حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شفقتوں، محبتوں، قوت قدسی اور آپ کے بلند مقام پر روشنی ڈالنے والی آپ کے صحابہ کرام کی بعض روایات کا نہایت دلچسپ اور ایمان افروز تذکرہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو جو اسلام کے احیاءِ نو کا مشن ہے آگے بڑھانے کے لئے ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16/جولائی 2010ء بمطابق 16/وفا 1389 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ- اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق آنحضرت ﷺ کی بعثتِ ثانیہ جو آپ ﷺ کے عاشقِ صادق کی صورت میں ہوئی، جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اُمّتی نبی بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے اپنے ساتھ پاک دل اور سعید فطرتوں کو جوڑ کر وہ جماعت قائم فرمائی جو نیکیوں میں بڑھتے چلے گئے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے چلے گئے اور اوّلین کے ساتھ مل گئے۔ آج مَیں اس دَورِ آخرین کے ان چند اولین کی روایات پیش کروں گا جو براہِ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت سے فیض یاب ہوئے، آپ کی صحبت میں

رہے، آپ کو دیکھا اور آپ کے حسن و احسان سے فیض پایا۔ ان روایات میں جہاں ان حق کے متلاشیوں کی اپنی سعید فطرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی شفقتوں، محبتوں، قوتِ قدسی اور مقام کا بھی پتہ چلتا ہے جس سے انسان ایک منفرد قسم کا روحانی حظ اٹھاتا ہے۔ ان بزرگوں کے لئے دعائیں بھی نکلتی ہیں جنہوں نے اپنی روایات ہم تک پہنچا کر جہاں ہمیں اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ دلائی، وہاں اس عاشقِ صادق کے حسن اور اپنی جماعت کے بارہ میں جو دلی تمنا تھی اس کی تصویر کشی کی ہوتی ہے۔

ان روایات میں سے پہلی روایت ہے حضرت میاں فیروز الدین صاحبؓ سیالکوٹ کی، جنہوں نے 1892ء میں بیعت کی تھی۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے لیکچر سیالکوٹ میر حسام الدین صاحب کے مکان کی چھت پر لکھا تھا۔ باہر دواتیں چاروں دیواروں پر رکھی ہوئی تھیں۔ اس میں سیاہی تھی۔ تقریباً عصر کا وقت تھا۔ حضور ٹہلتے ٹہلتے لکھتے تھے اور کبھی کبھی سجدے میں بھی گر جاتے تھے۔ یہ تمام نظارہ ہم نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر دیکھا تھا۔ اور بھی بہت سے لوگ ہمارے مکان پر سے نظارہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ ہمارا مکان اس مکان سے نزدیک تھا اور اونچا بھی تھا۔ اس سے تمام نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ جس قدر ورق حضور لکھ لیتے تھے، نیچے کاتب کے پاس بھیجتے جاتے تھے۔ کاتب سراج دین ساہووالے کا رہنے والا تھا، جب حضور مہمانوں کی سرائے میں لیکچر دینے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو راستے میں دو دروازہ محلّہ جنڈا والا کی مسجد میں ایک شخص حافظ سلطان محمد لڑکے پڑھایا کرتا تھا۔ یہ حافظ صاحب جو لڑکوں کو پڑھاتے تھے، حافظ تھے قرآن کے، اور ان کے عمل دیکھیں ذرا۔ کہتے ہیں کہ اس نے لڑکوں کو چھٹی دے دی اور ان کی جھولیوں میں راکھ بھر دی اور کہا کہ جس وقت مرزا صاحب یہاں سے گزریں تم تمام کے تمام راکھ ان کے اوپر پھینک دینا۔ مگر حضرت صاحب چونکہ بند گاڑی میں تھے اس لئے صحیح سلامت وہاں سے گزر گئے۔ کہتے ہیں کہ سرائے کے اردگرد پیر جماعت علی شاہ کے مریدوں نے چار اکھاڑے لگائے ہوئے تھے اور لوگوں کو اندر جانے سے روکتے تھے۔ مولوی ابراہیم بھی ان میں شامل تھے۔ پیر جماعت علی شاہ پرانے ذبح خانے کے پاس کھڑا تھا۔ اب اس جگہ مستری فتح محمد کا مکان بنا ہوا ہے۔ حافظ ظفر، شہباز خان کے اڈے میں کھڑا تھا۔ یہ شخص پیر جماعت علی شاہ کا دایاں بازو تھا۔ یہ تمام مُلّاں بڑے زور شور سے لوگوں کو اشتعال دلا رہے تھے اور اندر جانے سے روکتے تھے۔ جب لیکچر شروع ہوا، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھ دیا۔ ایک شخص مسمیٰ احمد دین سلہریا تھا وہ جب سرائے میں گیا تو کچھ آدمی دوڑ کر اس کے پیچھے گئے اور اسے اٹھا کر لے آئے کہ وہ لیکچر سننے نہ جائے۔ چنانچہ جس مقام پر پیر جماعت علی شاہ کھڑا تھا وہاں اسے

چھوڑا مگر وہ پھر دوڑ کر چلا گیا۔ جب حضور واپس تشریف لے گئے تو مَیں، میرے چچا میراں بخش صاحب، شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش، ملک حیات محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس سکنہ گڑھی اعوان حافظ آباد سید امیر علی صاحب سب انسپکٹر، میراں بخش صاحب عطار وغیرہ وغیرہ وزیر آباد تک گئے تھے۔ جس وقت حضور کی گاڑی کچہری والے پھاٹک سے گزری تو آگے مخالف لوگ بالکل برہنہ کھڑے تھے اور آوازیں کس رہے تھے اور گاڑی پر پتھر برسا رہے تھے۔ (یہ شرافت کا حال تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو گالیاں دی جارہی تھیں اور اپنا یہ حال تھا کہ ننگے ہو کر کھڑے تھے۔) کہتے ہیں کہ ہم نے واپس آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اشرار پارٹی نے مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کو زخمی کر دیا ہے۔ میرے بھائی بابو عزیز دین صاحب کا ہونٹ پتھر لگنے سے پھٹ گیا تھا۔ شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش کے مکان کے شیشے توڑ دیئے گئے۔ ان کے گملے پھول دار پودے برباد کر دیئے گئے۔ مَیں جہلم بھی حضور کے ساتھ گیا تھا۔ اس سفر میں بھی رستے میں بے شمار مخلوق تھی۔ جب جہلم پہنچے تو دو یورپین لیڈیوں نے (عورتوں نے) پوچھا کہ یہ ہجوم کیوں ہے؟ کسی دوست نے کہا کہ مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے کہا ذرا ہٹ جاؤ ہم نے تصویریں لینی ہیں۔ چنانچہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے فوٹو لے لیا۔ صبح تاریخ تھی، تمام کچہری میں چھٹی ہو گئی، صرف اسی مجسٹریٹ کی عدالت کھلی رہی جس میں حضور علیہ السلام نے جانا تھا۔ کچہری کے صحن میں ایک دری بچھی ہوئی تھی، اس پر ایک کرسی بچھی تھی۔ حضور اس کرسی پر تشریف فرما تھے۔ مخلوق بیٹھی تھی۔ میرے بیس گز کے فاصلے پر مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے بھی اڈہ جمایا ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ میرے کہنے پر لوگوں نے مجھے مانا ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ اگر مَیں نے اپنے پاس سے افتراء کیا ہے، تو اس کی سزا مجھے ملے گی۔ جن لوگوں نے مانا ہے، ان کو سزا نہیں ملے گی۔ چونکہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں، جو مانیں گے انہیں ثواب ملے گا۔

یہ عین قرآنِ کریم کے اسلوب اور حکم کے مطابق ہے کہ وَاِنْ یَّکُ کَاذِباً فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ (المومن:29) کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ لیکن وَاِنْ یَّکُ صَادِقاً یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ (المومن:29)۔ اگر یہ سچا ہے تو جو انذاری پیشگوئیاں یہ کر رہا ہے، وہ بلائیں یقیناً تم پر پڑنے والی ہیں۔

آج ان مسلمانوں کو بھی اس پر غور کرنا چاہئے۔ پھر کہتے ہیں کہ مولوی ابراہیم کے آگے ممبر پر ایک کتاب پڑی تھی۔ اس نے شرارت سے اٹھا کر اوپر کی اور کہا کہ اس طرح مسیح آسمانوں پر چلا گیا ہے۔ اس مجمع میں ایک فقیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اب فقیر کی داستان بھی سنیں۔ کہتے ہیں وہ فقیر بیٹھا تھا جس کا نام سائیں آزاد تھا۔ بھورے کا کرتہ

اس نے پہنا ہوا تھا۔ اس نے بڑے زور سے کہا کہ او بابا! کیوں جھوٹ بولتے ہو اور لوگوں کو بہکاتے ہو۔ قرآنِ مجید میں سے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران:186) کاٹ دو۔ تین بار اس نے بڑے زور سے یہ کہا جس سے وہ فقیر پسینہ پسینہ ہو گیا۔ پھر کہا مَیں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں مگر مَیں حق کو نہیں چھپانا چاہتا۔ یہ اس فقیر کو تو سمجھ آ گئی تھی، لیکن علماء کو سمجھ نہیں آتی۔

کہتے ہیں کہ جس کمرے میں حضور سوئے ہوئے تھے اس کے ساتھ کے کمرے میں مَیں اور میرا بھائی تاج الدین سوئے ہوئے تھے۔ چونکہ وہ بیمار تھے اور ساری رات کھانستے رہے اس لئے صبح حضور نے ان سے پوچھا کہ کون بیمار تھا، کھانس رہا تھا؟

کہتے ہیں وہیں ہم حضور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرا خون بدن میں سے ٹپک رہا ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ کابل میں آبپاشی کا کام کرے گا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 10 صفحہ 129 تا 132)

یہ رجسٹر روایات میں سے ایک روایت ہے۔

پھر ایک روایت ہے حضرت عمر دین حجام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ یہ گجرات کے رہنے والے تھے اور انہوں نے تحریری بیعت 1899ء میں کی اور دستی بیعت 1900ء میں۔ کہتے ہیں کہ غیر احمدی کہتے تھے کہ تم مرزائی ہو جاؤ گے۔ لیکن جب مَیں اس جماعت کی طرف آتا تھا تو یہ لوگ قرآنِ شریف اور نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ مجھے اس کی سمجھ نہ آتی تھی۔ مگر مَیں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا مانگی کہ اے میرے مولا کریم! اگر یہ تیری طرف سے ہے تو مجھے اس کا دیدار نصیب ہو تا کہ مَیں اس کو مان لوں اور پیچھے نہ رہ جاؤں۔ اور اگر یہ نعوذ باللہ سچا نہیں ہے تو تیری اور تیرے رسول کی اور تمام دنیا کی اس پر لعنت ہو کہ کیوں اس نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اسی رات صبح کاذب کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے کھڑے دیکھ رہے تھے اور مَیں نے ان کا اچھی طرح دیدار کر لیا اور انہوں نے نیچی نظر کر لی۔ حضور کی ریشِ مبارک کو مہندی لگی ہوئی ہے دل بہت خوش ہوا۔ (یہ خواب دیکھا تھا، خواب کا قصہ سنا رہے ہیں)۔ دل میں کہتا ہوں کہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج تک مَیں نے ایسا انسان نہیں دیکھا۔ آخر معلوم ہوا کہ مَیں جو رات کو دعا مانگ کر سویا تھا یہ اس کا نتیجہ ہے اور میری دعا قبول فرمائی گئی ہے۔

اس جگہ یعنی قادیان میں 1900ء میں آیا تھا اور آ کر مسجد اقصیٰ میں بیٹھ کر میں نے دعا کی کہ یا اللہ! اگر

یہ شخص وہی ہے جو میری خواب والا ہوا، کہ جو کہ تُو نے مجھ کو خواب میں افریقہ میں دکھایا تھا تو پھر مَیں اس کی بیعت کرلوں گا۔ اگر وہ نہ نکلا تو مَیں اس کی بیعت نہیں کروں گا اور نہ نماز اس کے ساتھ پڑھوں گا، اور نہ ہی کھانا کھاؤں گا اور فوراً واپس چلا جاؤں گا۔ یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور مَیں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو بالکل وہی شخص ہے جس کو مَیں نے افریقہ کے ملک میں خواب میں دیکھا تھا۔ حضور کو شناخت کرنے کے بعد ہفتہ کو بیعت کی اور اجازت لے کر تیار ہو گیا۔ تو حضور نے فرمایا کہ کم از کم حق کو شناخت کرنے کے لئے پندرہ دن یہاں اور ٹھہرو۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق بخشے کہ مَیں ہمیشہ آپ کی زیارت کرنے کے لئے حاضر ہوتا رہوں۔

پھر حضور نے فرمایا کہ اگر بندے پر کوئی ایسا وقت آ جاوے کہ یہاں پہنچنے کی طاقت نہ ہو تو پھر خط ضرور لکھتے رہا کریں۔ میرے خطوط کا حضور نے جواب دیا وہ میرے پاس موجود ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5 صفحہ32-33)

حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ ولد میاں عبدالصمد صاحب سکنہ شہر راولپنڈی محلّہ میاں قطب الدین حال دارالبرکات قادیان۔ (جن سے روایت نوٹ کی ہے انہوں نے بتایا تھا)۔ ان کی بیعت 27 دسمبر 1891ء کی ہے۔ اور انہوں نے پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو شاید 1886ء میں دیکھا تھا۔

اب یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ خاکسار کو اکتوبر 1886ء میں پہلے پہل قادیان میں آنے کا اتفاق ہوا۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ حضور مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار بدیں مضمون شائع کیا کہ ایک لڑکا انہیں عطا کیا جاوے گا جو بہت سے قوموں کی برکت کا باعث ہوگا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف لیکھرام پشاوری نے بھی ایک اشتہار شائع کیا۔ اس امر کی تحقیقات کے ضمن میں مجھے بھی قادیان آنا نصیب ہوا۔ اس کے بعد ایک عرصہ گزرنے پر آپ نے فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام تین رسالے یکے بعد دیگرے شائع کئے جن میں یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو چکے ہیں اور وہ بذاتِ خود پھر دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ اور حدیث نزول ابنِ مریم اصلی معنوں میں مجھ پر چسپاں ہوتی ہے اور مَیں ہی اس کا مصداق ہوں۔ اس مسئلے نے دنیا میں ایک تغیر عظمیٰ پیدا کیا۔ اور ہر طرف سے مولویوں نے کفر کے فتوے شائع کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک اور رسالہ موسوم بہ آسمانی فیصلہ شائع کیا جس میں قریباً 80 یا کچھ کم احباب شامل ہوئے۔ یہ پہلا جلسہ ہے جو قادیان میں ہوا۔ حضور کا منشاء یہ تھا کہ آپ کو منہاجِ نبوۃ پر آزمایا جاوے کہ از روئے قرآن

مومن کون ہے اور کافر کون؟ پھر لکھتے ہیں کہ خاکسار کو بھی اس جلسے میں شامل ہونے کے لئے مدعو کیا گیا۔ مَیں اس زمانے میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا مہتمم کتب خانہ تھا اور آنریری طور پر اپنی ملازمت کے اوقات کے علاوہ وہ خدمت جو حمایتِ اسلام کی تھی دینی خدمت سمجھ کر سرانجام دیتا تھا۔ کہتے ہیں جب مَیں قادیان پہنچا تو میرے ساتھ انجمن حمایت کے بہت سے کارکن جن میں سے حاجی شمس الدین سیکرٹری اور معزز احباب بھی شامل تھے۔ اس جلسے میں آسمانی فیصلہ پڑھ کر سنایا گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ رسالہ آسمانی فیصلہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے پڑھ کر سنایا۔ لکھتے ہیں کہ جلسہ بڑی مسجد میں جو آج کل مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہے منعقد ہوا۔ سب سے اخیر حضرت مسیح موعود تشریف لائے۔ کہتے ہیں جس وقت حضور مسجد میں تشریف لائے اور میری نظر حضور کے چہرہ مبارک پر پڑی تو مَیں نے حضور کو پہچان لیا اور فوراً بجلی کی طرح میرے دل میں ایک لہر پیدا ہوئی کہ یہ وہ مبارک وجود ہے جس کو مَیں نے ایام طالبعلمی یعنی ستمبر 1882ء کو خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت صاحب نے اس دن وہ لباس پہنا ہوا تھا جس لباس میں وہ مجھے خواب میں ملے تھے۔ کہتے ہیں جب جلسہ ختم ہوا تو حضور مسجد اقصیٰ کے دروازے کے قریب کھڑے ہو گئے اور ہر ایک ان سے مصافحہ کرتا اور رخصت ہوتا۔ سب سے اخیر میں، آخر مَیں نے مصافحہ کیا کیونکہ میرے دل میں کچھ خاص بات عرض کرنی مقصود تھی۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے پہلے ایک کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے میرے لئے کیا حکم ہے؟ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ شخص نیک ہے تو آپ کی بیعت نُورٌ علیٰ نُور ہوگی۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہے تو اس کی بیعت فسخ ہو جائے گی اور ہماری بیعت رہ جائے گی۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم خود تمہیں بلا لیں گے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد حضور کا خادم حامد علی صاحب مرحوم مجھے بلا کر لے گئے اور مَیں نے آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5 صفحہ 41 تا 43)

ایک روایت ہے حضرت نظام دین ٹیلر ماسٹر صاحبؓ کی، جو جہلم محلّہ ملاحاں کے رہنے والے تھے۔ ان کی بیعت 1902ء کی ہے۔ کہتے ہیں کہ مَیں حیران ہوں کہ یہ نعمتِ عظمیٰ یعنی احمدیت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے نصیب ہوئی۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ جس حالت میں مَیں تھا، اگر کئی برس بھی اسی حالت میں رہتا تو شاید احمدیت کے نزدیک بھی نہ آتا۔ مگر میرے پیدا کرنے والے نے مجھ پر اتنا احسان کیا کہ وہ راستہ جو برسوں میں مجھ سے طے نہ ہوتا اس نے اپنے فضل سے ایک رات میں احسان کر کے مجھ کو طے کرا دیا۔ اور وہ اس طرح کہ اپنے مولویوں کے مطابق مَیں ہمیشہ احمدیوں سے جب گفتگو کرتا تو مجھے ہمیشہ یقین ہوتا کہ ہمارے مولوی دین کے

ستون ہیں اور ہمیں شرک، بدعت سے بچانے کے لئے محض للہ پوری کوشش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث اپنے آپ کو متقی اور ہر ایک حرام اور جھوٹ سے پرہیز کرنے والا خیال کرتے تھے۔ ایک دفعہ مارچ کا مہینہ تھا، غالب 1902ء کا ذکر ہے، ہم چند اہلحدیث جہلم سے لاہور بدیں غرض روانہ ہوئے کہ چل کر انجمن حمایتِ اسلام لاہور کا جلسہ دیکھیں جو سال کے سال ہوا کرتا تھا۔ ہم لاہور پہنچ کر جلسہ گاہ جا رہے تھے کہ پنڈال کے باہر دیوار کے ساتھ ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ ایک ہاتھ میں قرآنِ مجید تھا، دوسرے ہاتھ سے چھوٹے چھوٹے اشتہارات بانٹ رہے تھے۔ اور منہ سے یہ کہتے جاتے تھے کہ مرزا نعوذ باللہ کوڑھی ہو گیا ہے اس لئے کہ نبیوں کی ہتک کرتا تھا اور خود کو عیسیٰ کہتا تھا اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی قسم اٹھا کر یہی الفاظ مذکورہ بالا دہراتا جاتا تھا۔ ہم سن کر حیران ہو گئے اور اپنے دل میں کبھی وہم بھی نہ گزرا تھا کہ کوئی شخص اس قدر بھی جرأت کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر جھوٹ بولتا ہے اور قرآنِ مجید اٹھا کر جھوٹ بولتا ہے۔ (وہ مولوی جو اس وقت بولتا تھا وہ آج بھی بولتا ہے، ایک ہی قسم ہے ان کی۔) بہر حال کہتے ہیں تین آدمی تھے، مَیں نے اس سے اشتہار لے لیا اور پڑھنے لگے۔ اس پر بھی یہی مضمون تھا کہ نعوذ باللہ مرزا کوڑھی ہو گیا ہے، نبیوں کی ہتک عزت کرتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ مَیں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ چلو قادیان چلیں اور مرزا صاحب کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنے شہر کے مرزائیوں کو کہیں گے جو ہر روز ہمارے ساتھ گفتگو کرتے رہتے ہیں اور جو اعتراض ہمارے علماء کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے چودھویں صدی کے علماء جھوٹ بولتے ہیں۔ ہمارا بیان تو چشمدیدہ ہوگا، ہم ان کو (یعنی احمدیوں کو) خوب جھوٹا کریں گے۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا مگر میرے اصرار پر تیار ہو گئے۔ ہم تینوں لاہور سے سوار ہو کر بٹالہ اترے۔ بٹالہ سے ایک روپیہ کو یکّہ لیا اور شام اور عصر کے درمیان قادیان مہمان خانے میں پہنچ گئے۔ شام کا وقت تھا، یعنی مغرب کی نماز کا وقت قریب ہی تھا۔ مَیں نے کسی سے پوچھا کہ مرزا صاحب جہاں نماز پڑھتے ہیں وہ جگہ ہم کو بتاؤ کہ ہم ان کے پاس کھڑے ہو کر ان کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک شخص شاید وہی تھا جس سے ہم نے پوچھا تھا، میرے ساتھ ہو لیا اور وہ جگہ بتائی جہاں حضور کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ چونکہ وقت قریب ہی تھا مَیں وہیں بیٹھ گیا جہاں حضور نے میرے ساتھ داہنے ہاتھ آ کر کھڑا ہونا تھا۔ باقی دونوں دوست میرے داہنے ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ یہ مسجد حضور کے گھر کے ساتھ ہی تھی جس کو اب مسجد مبارک کہتے ہیں۔ یہ اس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ بمشکل اس میں چھ یا سات صفیں لمبائی میں کھڑی ہو سکتی ہوں گی۔ اور ایک صف میں قریباً چھ آدمیوں سے زیادہ نہیں کھڑے ہو سکتے ہوں گے۔ چند منٹ کے بعد مغرب کی اذان ہوئی تو شاید دو تین منٹ

کے بعد حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ ہمارے قریب ہی دروازہ تھا، اس میں سے حضور نکل کر میرے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آگے کھڑے ہو گئے۔ مؤذّن نے تکبیر شروع کر دی۔ تکبیر کے ختم ہونے تک مَیں نے حضور کے پاؤں سے لے کر سر تک سب اعضاء کو دیکھا حتیٰ کے سرِ مبارک کے بالوں اور ریش مبارک کے بالوں پر بھی جب میری نگاہ پڑی تو میرے دل کی کیفیت اور ہو گئی۔ مَیں نے دل میں کہا کہ الٰہی اس شکل اور صورت کا انسان مَیں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا۔ بال کیا تھے جیسے سونے کی تاریں تھیں۔ اور آنکھیں خوابیدہ، گویا ایک مکمل حیا کا نمونہ پیش کر رہی تھیں۔ ہاتھ اور پیروں کی خوبصورتی دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اسی عالم میں محو تھا کہ الٰہی! یہ وہی انسان ہے کہ جس کو ہمارے مولوی جھوٹا اور نبیوں کی ہتک کرنے والا بتاتے ہیں؟ مَیں اسی خیال میں غرق تھا کہ امام نے اللہ اکبر کہا اور نماز شروع ہو گئی۔ گو مَیں نماز میں تھا مگر جب تک سلام پھیرا مَیں اس حیرانی میں رہا کہ الٰہی وہ ہمارا مولوی جس کی داڑھی بڑھی ہوئی اور شرعی طور پر لبیں تراشی ہوئیں قرآنِ مجید کو ہاتھ میں لئے ہوئے قسمیں کھا رہا ہے اور سخت توہین آمیز الفاظ میں حضور کا نام لے لے کر کہہ رہا ہے کہ مرزا نعوذ باللہ کوڑھی ہو گیا۔ اسی خیال نے میرے دل پر شبہ اور شکوک کا دریا پیدا کر دیا۔ کبھی تو دل کہتا کہ قرآن اٹھا کر اور خدا کی قسم کھا کر بیان کرنے والا بھلا کبھی جھوٹا ہو سکتا ہے؟ یعنی مولوی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ شاید یہ شخص جو نماز میں کھڑا کیا ہے مرزا نہ ہو کوئی اور ہو، نئے آدمیوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔ اور پھر حضور کی صاف اور سادہ نورانی شکل سامنے آتی تو دل کہتا کہ کہیں وہ قسم اٹھانے والا دشمنی کی وجہ سے جھوٹ نہ بول رہا ہو؟ کہ لوگ سن کر قادیان کی طرف نہ جائیں۔ خیر نماز ہو گئی، حضور شاہ نشین پر بیٹھ گئے۔ اوّل تو آواز دی کہ مفتی صاحب ہیں تو آگے آ جاویں۔ جب مفتی صاحب آ گئے تو پھر حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب کہاں ہیں؟ مَیں نے دیکھا کہ مولوی صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور الدین صاحب، سب سے آخری صف میں سے اٹھ کر تشریف لائے۔ حضور نے باتیں شروع کر دیں جو طاعون کے بارے میں تھیں۔ فرمایا ہم نے پہلے ہی لوگوں کو بتا دیا تھا کہ مَیں نے فرشتوں کو پنجاب میں سیاہ رنگ کے پودے لگاتے دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو آئندہ موسم میں پنجاب میں ظاہر ہونے والی ہے۔ مگر لوگوں نے اس پر تمسخر کیا اور کہا کہ طاعون ہمیشہ سمندر کے کناروں تک رہتی ہے۔ اندر ملک میں وہ کبھی نہیں آئی۔ مگر اب دیکھو کہ وہ پنجاب کے بعض شہروں میں پھوٹ پڑی ہے۔ غرض عشاء تک حضور باتیں کرتے رہے۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے۔ ہم بھی آ کر سو رہے۔ آپس میں باتیں کرتے رہے کہ یہ کیا بھید ہے؟ ہمارا

مولوی قرآن اٹھا کر اور خدا کی قسمیں کھا کر کہتا تھا اور یہاں معاملہ برعکس نکلا۔ خیر صبح ہم لوگ اٹھے اور ارادہ یہ ہوا کہ مولوی نورالدین صاحب سچ بولیں گے ان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہی مرزا صاحب ہیں یا کوئی اور؟ جب ان کے مطب میں گئے تو ایک مولوی صاحب نے خلیفہ اوّل کے سامنے اعتراض پیش کیا کہ مولوی صاحب! پہلے جتنے نبی ولی گزرے ہیں وہ تو کئی کئی فاقوں کے بعد بالکل سادہ غذا کھاتے تھے اور مرزا صاحب سنا ہے کہ پلاؤ اور زردہ بھی کھاتے ہیں؟ مولوی صاحب نے ان کو جواباً کہا کہ مولوی صاحب! مَیں نے قرآن مجید میں زردہ اور پلاؤ حلال ہی پڑھا ہے۔ اگر آپ نے کہیں دیکھا ہے کہ حرام ہے تو بتائیں۔ اور اس مولوی نے تھوڑی دیر سکوت جو کیا تو مَیں نے جھٹ وہ اشتہار نکال کر مولوی نورالدین صاحب کے آگے رکھا کہ ایک ہمارا مولوی قسم بھی قرآن اٹھا کر کھاتا تھا کہ مرزا نعوذ باللہ کوڑھی ہوئے ہیں اور ہم کو جو بتایا گیا ہے کہ یہی مرزا صاحب ہیں، وہ تو تندرست ہیں۔ آپ بتائیں کہ یہی مرزا صاحب ہیں جن کو ہم نے نماز میں دیکھا ہے یا کوئی اور۔ مولوی صاحب نے جھٹ جیب میں ہاتھ ڈال کر وہی اشتہار نکال کر بتلایا کہ دیکھو ہم کو تمہارے مولویوں نے یہ اشتہار روانہ کیا ہے۔ اب یہ مرزا ہے اور وہ تمہارے مولوی جس نے قرآن ہاتھ میں پکڑ کر جھوٹ بولا۔ جس کو چاہو سچا مان لو۔

تو مولویوں کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے۔ لیکن آج کل پاکستان میں مولویوں کے ساتھ میڈیا بھی شامل ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعض پروگراموں کے اینکر جو ہیں وہ بھی مولویوں کے رول ادا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ جھوٹ اور سچ کی کوئی پہچان نہیں رہی اس ملک میں۔

بہرحال کہتے ہیں بس پھر کیا تھا میرے آنسو نکل گئے۔ مَیں نے دل میں کہا کہ کمبخت اب بھی تو بیعت نہ کرے گا؟ واقعی یہ مولوی زمانے کے دجال ہیں۔ ہم تینوں نے ظہر کے وقت حضور کی خدمت میں عرض کی کہ ہم کو بیعت میں لے لیں۔ حضور نے کہا جلدی مت کرو، کچھ دن ٹھہرو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر مولوی تم کو پھسلاویں۔ اور تم زیادہ گنہگار ہو جاؤ۔ مَیں نے رو رو کر عرض کی کہ حضور! مَیں تو اب کبھی پھسلنے کا نہیں۔ خیر دوسرے روز ہم تینوں نے بیعت کر لی۔ اور گھر واپس آ گئے۔

پھر لکھتے ہیں کہ افسوس آگے مخالفت کی وجہ سے ہمارا جو حال ہوا اگر جگہ ہوتی تو اور بھی لکھتا مگر جگہ نہیں اس لئے بند کرتا ہوں۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5 صفحہ 45 تا 49)

تو یہ کہتے ہیں میرے پر احسان اس مولوی صاحب نے کیا جو قرآن اٹھا کر جھوٹی قسمیں کھا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے شوق پیدا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھنے کا، اور حقیقت معلوم کرنے کا اور یہ میری

احمدیت کی وجہ بنی۔

ایک روایت ہے حضرت میاں عبدالعزیز صاحب ولد میاں امام دین صاحب سکنہ اوجلہ تحصیل گورداسپور کی۔انہوں نے 1893ء میں بیعت کی۔ لکھتے ہیں کہ جب 1891ء میں میری تبدیلی حلقہ سیکھواں پر ہوئی اور میاں جمال دین صاحب اور میاں امام دین صاحب اور میاں خیر دین صاحب سے واقفیت ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کا ذکر کیا۔تو چونکہ میرے دل میں حضور کی نسبت کوئی بغض اور عداوت نہ تھی،مَیں نے ان کے کہنے کو برا نہ منایا۔صرف یہ خیال آیا کہ مولوی لوگ کیوں ایسا کہتے ہیں؟اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ خاکسار کے آباؤاجداد اکثر مولوی لوگوں سے بوجہ اپنے دیندار ہونے کے محبت رکھا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ خاکسار کی بھی مولویوں سے محبت کی تھی۔ کہتے ہیں انہوں نے مجھ کو جب کتاب البریہ، ازالہ اوہام دیکھنے کو دی تو مَیں نے کتاب دیکھنے سے پہلے دعا کی کہ خداوندا مَیں بالکل نادان اور بے علم ہوں میرے علم میں جو حق ہے اس پر میرے دل کو قائم کردے۔ یہ دعا ایسی جلد قبول ہوئی کہ جب مَیں نے ازالہ اوہام کو پڑھنا شروع کیا تو اس قدر دل کو اطمینان اور تسلی شروع ہوئی کہ حضور کی صداقت میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا اور زیادہ سے زیادہ ایمان بڑھتا گیا۔اور جب پھر مَیں پہلی بار قادیان میں حضور کی زیارت کو میاں خیر دین صاحب کے ساتھ آیا اور حضور کی زیارت کی تو میرے دل نے ایسی اطمینان اور تسلی بخش شہادت دی کہ یہ شکل جھوٹ بولنے والی اور فریب والی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اس وقت مَیں نے میاں خیر دین صاحب کو کہا کہ اوّل تو مَیں نے حضور کی نسبت کوئی لفظ بے ادبی اور گستاخی کا کبھی نہیں کہا۔اور اگر خدانخواستہ کبھی ایسا ہو گیا ہو تو مَیں توبہ کرتا ہوں۔ یہ شکل جھوٹ بولنے والی نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میاں خیر دین صاحب کو یاد ہو گا اور اس وقت بھی شہادت دے سکتے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ پھر مہر ساون صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اب بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں وہ سیکھواں کے رہنے والے معزز زمیندار تھے۔ان کی میرے ساتھ محبت ہوگئی اور میرے عقیدہ کے ساتھ ان کو بھی اتفاق ہو گیا۔ اگرچہ وہ پہلے میاں جمال دین امام دین صاحبان سے بوجہ ان کے دو خیال ہونے کے اختلاف رکھا کرتے تھے، پھر ان کا عقیدہ اور خیال ہمارے ساتھ ہی ہو گیا۔اور 1892ء میں خاکسار اور مہر صاحب موصوف نے ایک ہی وقت میں بیعت کی (یہاں 92ء لکھا ہے اور یہ میرا خیال ہے 93ء کا قصہ ہے۔)اور ہم ہنسا کرتے تھے کہ مَیں اور مہر صاحب جوڑے ہیں۔(میری اور مہر صاحب موصوف کی) روحانی پیدائش ایک ہی وقت کی ہے۔کہتے ہیں کہ چونکہ میرا پہلا نام بوجہ اس کے کہ مَیں اپنے ننھیال میں پیدا ہوا تھا اور صاحب علم خاندان نہ تھا میرا مشرکانہ نام رکھ

دیا یعنی میراں بخش۔ اس کی تبدیلی کی بہت کوشش کرتے رہتے اور مدت تک تبدیل بھی رہا لیکن پورے طرح نام بدلا نہ گیا۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نام تبدیل کر کے عبدالعزیز رکھا تو مَیں نے دعا کی کہ خداوند کریم اب تو تیرے مسیح موعود نے نام تبدیل کیا ہے اس کو مستقل طور پر قائم کر دے اور پہلے نام کو ایسا مٹا دے کہ وہ کسی کو یاد ہی نہ رہے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور سرکاری کاغذات پٹواری میں اور عام مشہور یہی نام ہے۔ پہلے نام کو کوئی نہیں جانتا۔ اس وقت تک جب تک نام تبدیل نہیں ہوا باوجود جلسوں وغیرہ میں شامل رہنے کے سلسلہ کے کسی کاغذ میں پہلا نام نہیں آیا۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5صفحہ69-70)

حضرت شیخ اللہ بخش صاحبؓ سکنہ بنوں صوبہ سرحد، بیعت 1905ء کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ بچپن میں مجھے کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی گئی اور چھوٹی عمر میں ہی سکول میں داخل کر دیا گیا تھا لیکن جب انٹرینس میں پہنچا اور اس وقت مَیں عمر کے ستارویں (17ویں) سال میں تھا تو قدرتاً میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ اپنے مذہب کے متعلق واقفیت حاصل کروں۔ چنانچہ مَیں نے ایک مُلّاں سے قرآن شریف پڑھنے کے بعد خود بخود مترجم قرآن شریف کا مطالعہ شروع کیا۔ اسی دوران میں نامعلوم کس طرح کسی عیسائی کی ایک کتاب جس میں کسی مصری مولوی کے ساتھ مباحثہ کی صورت میں اعتراضات و جوابات درج تھے وہ میری نظر سے گزرے جس کے پڑھنے سے مجھے سخت دکھ ہوا کیونکہ اس میں ہر لحاظ مجھے حضرت عیسیٰ کا درجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نظر آنے لگا اور دل میں طرح طرح کے وساوس پیدا ہوئے۔ مگر کچھ شرم اور کچھ اپنی بیوقوفی کے باعث اس کا ذکر نہ ہی اپنے والد صاحب کے ساتھ کر سکا اور نہ ہی کسی مولوی کے ساتھ اور اس خلش کو دل ہی دل میں لئے رہا۔ یہاں تک کہ 1905ء کے آخری مہینوں میں جب مَیں وانون میں ملازم تھا مجھے ڈاکٹر علم الدین صاحب گجراتی سے بدر اخبار کے کچھ پرچے دیکھنے اور حضرت مسیح کی وفات کے دلائل سننے کا اتفاق ہوا اور جوں ہی مسیح کی وفات مجھ پر ثابت ہو گئی مَیں نے خدا کا شکر کیا اور بغیر کسی مزید توقف کے فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس کا علم ہونے پر والد صاحب نے کچھ ناراضگی اور افسوس کا خط لکھا جس پر ان کو ان کی وہ دعا یاد کرائی گئی جو انہوں نے میری پیدائش سے پہلے کی تھی اور جس کا ذکر میرے والد صاحب چند بار گھر میں اس طرح کر چکے تھے کہ جب پہلے بچہ کی پیدائش کے بعد بارہ سال تک ہمارے ہاں کوئی بچہ نہ ہوا تو ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور بڑی خشوع وخضوع کے ساتھ ان الفاظ میں دعا کی کہ ’’اے ارحم الراحمین اور وہّاب خدا جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑھاپے میں آواز سنی اور اس کو اولاد دی میری فریاد بھی سن اور اولاد نرینہ عطا فرما‘‘۔ یہ ان

کے والد صاحب نے دعا کی۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد صاحب کو ان کی یہ دعا یاد کرواتے ہوئے لکھا کہ آپ کی دعا کی حقیقی قبولیت اب ہوئی ہے جبکہ خدا نے اپنے فضل سے مجھے ہلاکت کے گڑھے سے نجات بخش کر اپنے مامور کی غلامی کا شرف بخشا ہے۔ لکھتے ہیں کہ غالباً 1906ء کے اپریل میں میری تبدیلی اس جگہ سے اپنے وطن مالوف بنّوں میں ہوئی اور اپنی نوکری پر حاضر ہونے سے قبل مَیں نے قادیان شریف میں حاضر ہو کر مسجد مبارک میں حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کے وقت کا نقشہ اور اپنے دل کی کیفیت مختصر الفاظ میں اس طرح پیش کرتا ہوں کہ ایک آزاد خیال اور لا مذہب نوجوان اپنے نفس امّارہ کی تمام امنگوں اور سرکشیوں کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو کر مامور وقت کے دروازہ پر استمداد کے واسطے حاضر ہے اور اس کے انتظار میں اس کی آنکھیں بے قرار ایک چھوٹی سی کھڑکی پر پیوست ہیں۔ (وہ کھڑکی جہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لایا کرتے تھے۔) مسجد میں بہت تھوڑے آدمی ہیں اور سب مؤدب اسی پاک ہستی کی انتظار میں خاموش ہیں کہ اتنے میں اسی کھڑکی میں سے ایک مقدس، وجیہ اور پر شکوہ وجلال پیر مرد مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ اور ادھر اس نوجوان پر لرزہ طاری ہو کر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہو جاتی ہے۔ لیکن اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کیوں؟ صرف اس قدر ہوش ہے کہ حضور کا اس کھڑکی سے ورود بعینہٖ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدر کامل اندھیری رات میں نمودار ہو گیا جس سے سب تاریکی دور ہو گئی اور حاضرین کے چہروں پر انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس موقع پر اکبر شاہ خان نے اپنے کچھ شعر بھی حضور کی تعریف میں سنائے جن کو حضور نے پسند فرمایا تھا۔ بیعت کے بعد دوسرے دن میں واپس ہو گیا کیونکہ حاضری کے تھوڑے دن تھے۔ پھر 1907ء کے موسم میں یعنی موسمِ گرما میں جب والد صاحب امرتسر آئے اور بیمار تھے تو ان کو قادیان لایا اور حضور کے ساتھ تعارف کروا کر ان کی صحت کے واسطے عرض کی گئی۔ یہ بھی کوشش تھی کہ وہ بیعت کر لیں گے لیکن افسوس کہ والد صاحب بزرگوار اس نعمت سے محروم رہے۔ حضور نے دعا فرمائی اور مولوی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ سے نسخہ لینے کی بھی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ نسخہ لینے کے بعد ہم واپس امرتسر چلے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے بھی والد صاحب کو تسلی دینے کی غرض سے اپنے بچوں کی فوتیدگی کے حالات سنائے لیکن چونکہ والد صاحب کا دل اپنی لمبی بیماریوں کے باعث بہت ہی کمزور ہو چکا تھا ان کے آنسو جاری رہے۔ ان کو میرے پہلے بچہ کی مرگ کا سخت صدمہ تھا۔ (اس کی وجہ سے افسوس کرتے رہتے تھے۔) لکھتے ہیں کہ افسوس کہ مجھے حضرت جری اللہ کا دیکھنا پھر نصیب نہ ہوا۔ اور مجھ پر وہ دن سخت تلخ تھا جبکہ حضور کے وصال کی خبر بدر اخبار کے ذریعہ مجھے بنّوں میں ہوئی۔

(رجسٹر روایات نمبر 5صفحہ 94تا 96)

حضرت محمد حسین خان ٹیلرؓ ابن مکرم خدا بخش صاحب سکنہ گوجرانوالہ، بیعت 1897ء۔ یہ لکھتے ہیں کہ مجھے بچپن میں کُشتی دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ایک دن میں کُشتی دیکھ کر آیا تو خواجے وہاں کوئی رہتے تھے۔وہاں کسی خواجے کے گھر کوئی مہمان لاڑکانہ سے آیا تھا۔اس سے وہ دریافت کر رہے تھے کہ لاڑکانہ کے حالات سناؤ۔تو اس نے کہا کہ مَیں نے ایک نئی بات سنی ہے کہ ہمارے لاڑکانہ میں ایک مولوی نے تقریر کی ہے۔تقریر میں اسی مولوی نے کہا زیادہ تعلیم پڑھنے سے بھی آدمی کا دماغ خراب ہو جاتا ہے اور اس نے کہا کہ قادیان میں ایک مرزا ہے جو فرماتا ہے کہ مَیں خدا ہوں۔مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب نے کسی کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے یا یونہی زبانی کہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ براہین احمدیہ کا حوالہ دیتا تھا کہ اس میں لکھا ہے۔تو مَیں نے وہاں سکھر میں ایک احمدی تلاش کیا اس کا نام محمد حیات تھا۔وہ چنیوٹ کا رہنے والا تھا۔ اس سے میں نے جا کر دریافت کیا کہ تمہارے پاس براہین احمدیہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہے۔تو مَیں نے اسے کہا کہ ذرا کھول کر دکھائیں کہ جہاں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ مَیں خدا ہوں۔ یہ احمدی نہیں ہوئے تھے اس وقت تک۔ جب انہوں نے کتاب کھول کر دیکھی تو اس میں لکھا ہوا تھا۔خدا میرے میں ہے اور مَیں خدا میں ہوں۔مَیں نے یہ بات کتاب میں سے جا کر شیخ صاحب کو دکھائی اور زبانی مَیں نے کہا کہ یہ بات تو معمولی سی ہے۔ جو آدمی شیطانی خیالات کا ہوتا ہے اسے تو ہمارے ملک میں مجسم شیطان بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔تو جو رحمانی خیالات کا انسان ہے تو اس آدمی میں اگر رحمانی خیالات کی باتیں پائیں جائیں تو یہ کیا بڑی بات ہے؟ تو وہ مجھے جواب میں کہتا ہے کہ لو بھائی یہ بھی مرزائی ہو گیا ہے۔تو مَیں نے ان کو جواب میں کہا کہ شیخ صاحب مرزائی تو بہت اچھی چیز ہے۔ کہتے ہیں کہ مرزائی تو ہمارے ہاں روئی دار واسکٹ کو کہتے ہیں۔اگر کسی کو نمونیہ ہو جائے تو اس کے گلے میں ڈال دینے سے آرام آ جاتا ہے۔ بہر حال وہ سب میرے پہ ہنستے رہے اور کہنے لگے لو بھائی یہ مرزائی ہو گیا۔

اسی طرح آج کل بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتابوں میں سے توڑ مروڑ کر حوالے پیش کئے جاتے ہیں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے، جیسا کہ مَیں نے کہا اس میں جہاں نام نہاد علماء کا ہاتھ ہے، وہاں ٹی وی چینلز کا اور میڈیا کا بھی ہاتھ ہے۔ پڑھنے ہی نہیں دیتے اصل کتابیں۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ مَیں اپنی دوکان پر چلا گیا۔اس دن کے بعد رات کو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ امام مہدی آخر الزمان جو آنے والا تھا وہ آ گیا ہے۔تو مَیں نے پوچھا کہ کس جگہ میں۔ اس آدمی نے کہا کہ یہاں

سے 25 کوس کے فاصلے پر ہیں۔ اپنا خواب کا قصہ سنا رہے ہیں، کہتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا کہ کس جگہ پر مہدی آیا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ یہاں سے 25 کوس کے فاصلے پر ہیں، جنوب کی طرف۔ تو مَیں اس آدمی کے کہنے پر جنوب کی طرف خواب میں روانہ ہوگیا۔ تو آگے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام مہدی گھوڑے پر سوار ہیں اور ان کے ساتھ دوسو سوار اور ہیں اور وہ آ رہے ہیں۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لو۔ تو مَیں نے حضور کی بیعت کر لی اور حضور کے ساتھ روانہ ہوگیا اور حضور لاہور جا کر ٹھہرے اور مَیں نے عرض کیا کہ حضور آپ مجھے رکھ لیں۔ حضور نے فرمایا کہ جو دین سے قطع تعلق کر دیتا ہے اسے دین سے کچھ نہیں ملتا۔ دنیا میں رہ کر انسان کو دین حاصل کرنا چاہئے۔ تو مَیں نے کہا یہاں نزدیک ہی شہر گوجرانوالہ ہے۔ مَیں وہاں جا کر اپنی والدہ کو مل آؤں ۔ مجھے حضور نے اجازت دیدی۔ پھر مَیں گوجرانوالہ گیا تو گوجرانوالہ میں اپنے مکان کی سیڑھی میں مَیں کہہ رہا ہوں کہ آخرالزمان امام مہدی آ گیا ہے۔ جس نے بیعت کرنی ہو یا زیارت کرنی ہو لاہور میں تشریف لے جائے۔ پھر اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سکھر میں ہوں۔ سکھر میں خواب دیکھی تھی۔ دوسرے دن پھر خواب میں دیکھا کہ سکھر میں اپنی دوکان میں ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آسمان کی طرف کسی بلندی پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور ایک آدمی کو فرمایا کہ یہاں ہمارا ایک غلام رہتا ہے اس کا سر لے آؤ۔ جب اس آدمی نے مجھے آکر کہا تو مَیں نے اسے اپنا سر دونوں کانوں سے پکڑ کر دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے فرمایا سر اس کے ساتھ لگا دو اور یہ میرے خزانے سے بھی اس کو دے دو۔ اس نے آکر سر لگا دیا۔ مَیں کلمہ پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مَیں نے کہا کہ جو کچھ حضور نے مجھے دیا ہے دے دو۔ اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ (یہ خواب کا ہی قصہ سنا رہے ہیں۔) اسی اثناء میں تمام رات گزر گئی۔ صبح ہوگئی اور مَیں اٹھ بیٹھا۔ پھر تیسرے دن رات دس گیارہ بجے کے قریب مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا بدن کسی چیز سے دبایا گیا ہے اور مجھے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مَیں سویا ہوا ہوں کہ مَیں جاگتا ہوں۔ اتنے میں حضرت امام مہدی علیہ السلام میرے پاس آ گئے اور فرمایا کہ کیا ہوا اگر اس نے نہیں دیا۔ ہمارے پاس بہت ہے۔ آپ ہاتھ باہر نکالیں۔ مَیں نے ہاتھ باہر نکالا تو حضور نے میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ مَیں نے منہ میں ڈال لیا۔ (کوئی چیز جو بھی تھی۔) گویا کہ مَیں نے حضور کی بیعت اس طرح پر کی ہے۔ پھر اس کے بعد مَیں ایک دفعہ قادیان آیا تو راستہ میں بٹالہ میں رات کے گیارہ بجے اترا تو وہاں کوئی جگہ نہیں تھی ٹھہرنے کی۔ مَیں حیرانگی سے مسافر خانے کے برآمدے میں کھڑا ہوگیا کہ یا اللہ مَیں اب کہاں جاؤں۔ لوگ جو گاڑی سے اترے تھے وہ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ پھر اس کے بعد ایک آدمی نکلا تو اس نے کہا کہ آپ نے کہاں جانا ہے؟

(اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کا انتظام کس طرح کرتا تھا؟ انہوں نے آگے یہ قصہ بیان کیا ہے۔) کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ میں نے جانا تو سکھر تھا لیکن اب میرا یہ ارادہ ہوا ہے کہ مَیں حضرت امام مہدی آخرالزمان کی زیارت کر کے جاؤں۔ تو اس نے کہا کہ سکھر میں ایک آدمی بنام حسین بخش ہے آپ اس کو جانتے ہیں؟ تو مَیں نے کہا کہ مَیں اس کو جانتا ہوں۔ اس نے کہا کہ چلو اس کے مکان پر ٹھہریں صبح آپ چلے جانا۔ مَیں اس کے ساتھ چلا گیا تو حسین بخش کے دروازے پر دستک دی تو وہ باہر آیا اور بہت خوشی سے ملا۔ رات مَیں اس کے مکان پر ٹھہرا۔ صبح جب مَیں وہاں سے اٹھ کر قادیان روانہ ہونے لگا تو اس نے کہا کہ مَیں آپ کو نہ جانے دوں گا جب تک آپ میرے مکان پر کھانا نہ کھا لیں۔ پھر بازار گیا اور سبزی وغیرہ لا کر اور پکا کر مجھے روٹی وغیرہ کھلائی۔ پھر مجھے وہ یکّے پر بٹھانے کے واسطے آیا تو تیلی دروازہ کے باہر ایک یکّہ کھڑا تھا، قادیان جانے کی سواریاں تھیں اس میں بیٹھ گیا۔ پہلے دو سواریاں اس میں بیٹھی ہوئی تھیں، تیسرا میں بیٹھ گیا۔ یکّے والے نے گھوڑا چلا دیا اس میں سے ایک آدمی تھا جس کی بہت لمبی داڑھی تھی مہندی لگائی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے پوچھا کہ آپ نے کس جگہ جانا ہے۔ مَیں نے کہا کہ حضرت امام مہدی کی زیارت کرنے جانا ہے۔ وہ کہنے لگا پتہ نہیں لوگ یہاں کیوں آتے ہیں۔ لوگوں کے دماغوں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ بٹالہ سے قادیان تک یہی باتیں کرتا آیا۔ مَیں استغفار اور لاحول ولاقوۃ الّا باللہ پڑھتا آیا تو قادیان جب اڈے خانہ پر اترے، آگے آگے وہ چلا پیچھے پیچھے مَیں چل پڑا۔ مسجد مبارک کے نیچے جہاں لیٹر بکس لگا ہے وہ تو مرزا گل کے احاطہ کی طرف ہو گیا اور ایک آدمی مجھے ملا اور اس نے کہا کہ آپ نے کہاں جانا ہے تو مَیں نے کہا کہ مَیں نے حضرت نورالدین صاحب کو ملنا ہے۔ تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ میرے آگے آگے کون شخص تھا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مرزا امام دین ہے (جو گالیاں نکال رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو)۔ پھر مَیں حضرت مولوی صاحب کے پاس چلا گیا۔ ایک ڈاکٹر حسن علی کا رقعہ ہمراہ لایا تھا (جو پہلے احمدی تھے) وہ دیا۔ مولوی صاحب نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہاں بیٹھ جائیں۔ مَیں وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ حضرت صاحب مسجد میں آ گئے ہیں۔ تو مسجد مبارک میں داخل ہوئے تو ایک محراب تھا جو کہ چھوٹی سی کوٹھڑی کی طرح تھا۔ ایک طرف حضرت امام مہدی بیٹھے تھے اور دوسری طرف حضرت نورالدین صاحب بیٹھ گئے۔ میرے متعلق حضور سے کہا کہ حضور یہ ڈاکٹر حسن علی کا پھوپھی زاد بھائی ہے اور بیعت کے واسطے آیا ہے۔ پھر مَیں نے حضور کی بیعت کی اور میں حضور کو اپنے بچپن کے حالات سناتا رہا اور حضور سنتے رہے۔ ایک تو مَیں نے عرض کیا کہ میرا چھوٹا بھائی ہے اس کے واسطے دعا کریں کہ وہ احمدی ہو جائیں۔ مَیں نے اس کے واسطے

اخبار بدر بھی جاری کر دیا ہے۔اور جو حضور کی کتب بھی ملتی ہیں وہ بھی اسے دیتا ہوں اور وہ اس کو ہاتھ نہیں لگانا پسند کرتا۔کہتا ہے کہ اس میں جادو بھرا ہوا ہے اور جو پڑھتا ہے وہ مرزائی ہو جاتا ہے۔حضور دعا فرماویں کہ وہ سلسلہ حقہ میں داخل ہو جائے۔حضور نے فرمایا آپ کے ارادے نیک ہیں۔خدا آپ کو بڑی کامیابی دے گا۔پھر حضور نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو میری ایک آنکھ خراب تھی اور سرخ ہوئی تھی۔حضور نے فرمایا کہ آپ کی یہ آنکھ کب سے خراب ہے۔تو مَیں نے عرض کیا کہ یہ بچپن سے میری آنکھ خراب ہے۔ایک دفعہ کوہ مری پہاڑ پر گیا تھا تو مجھے آرام آ گیا تھا بعد میں پھر ویسی حالت ہوگئی۔حضور نے کہا کہ آپ کا کام کوہ مری میں اچھا چل سکتا ہے۔آپ کوہ مری میں کام کیا کریں۔مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں اب سکھر میں کام کرتا ہوں محنتی آدمی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔کیونکہ سکھر اور کوہ مری کا چھ سو یا سات سو میل کا فاصلہ ہے۔حضور نے فرمایا کہ آپ کو اللہ شفا دے گا۔تو معاً مجھے (میری) آنکھ کو بالکل آرام ہو گیا۔اس کے بعد جب مَیں مسجد کے نیچے گیا تو تب مولوی صاحب کے پاس جا بیٹھا تو حضور (مولوی صاحب) نے مجھے اشارۃً کہا کہ دوائی ڈلوالیں۔تو مَیں نے عرض کیا کہ اب تو مجھے بالکل آرام آ گیا ہے۔پھر اس کے کچھ مدت بعد حضور لاہور تشریف لے گئے۔

اگلی روایت یہ بیان کرتے ہیں۔ایک دن حضور کی ملاقات کے لئے ڈپٹی کمشنر اور پولیس کپتان آئے اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم ملاقات کے واسطے آئے ہیں۔حضور نے فرمایا کہ مجھے زیادہ فرصت نہیں ہے۔ایک دو منٹ کے واسطے مل سکتا ہوں۔سیڑھی میں کھڑے ہو کر حضور نے ان کی ملاقات کی تو ان افسروں نے کہا کہ رات ہمیں رپورٹ پہنچی ہے کہ رات اینٹیں پڑی ہیں (یعنی کہ کسی نے اینٹیں پھینکی ہیں) اگر آپ چاہیں تو پولیس کا انتظام کر دیں۔حضور نے فرمایا کہ ہماری حفاظت خدا کر رہا ہے۔آپ جس طرح مناسب سمجھیں اپنا فرض ادا کریں۔اس کے بعد وہ چلے گئے۔

پھر کہتے ہیں کہ ایک دن حضور دن کے دس بجے آئے گھڑی کا ٹائم ٹھیک کرنے کے واسطے۔گھڑی رومال میں بندھی ہوئی تھی۔نکال کر وقت ٹھیک کیا پھر اوپر چلے گئے۔کہتے ہیں ایک دفعہ پھر مَیں قادیان آیا، حضور کو ایک آدمی خط سنا رہا تھا۔سیالکوٹ سے کسی احمدی کی طرف سے آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ حضور میرے کُڑم (سمدھی جو ہوتے ہیں، بیٹی یا بیٹے کے سسرال والے) کہتے ہیں کہ بارات کے ساتھ باجا بھی لاؤ اور آتشبازی بھی لاؤ۔حضور نے فرمایا کہ باجا تو بطور اعلان کے ہے اس کا تو کوئی گناہ نہیں۔اور آتش بازی ایک مکروہ چیز ہے۔اس واسطے حضور نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ باجا ہم لے آئیں گے اور آتش بازی کے خیال کو آپ چھوڑ دیں۔پھر ایک دفعہ بابو محمد

رشید کا کچھ مدت بعد احمدیت کی طرف رجحان ہوگیا۔ کچھ میرے ساتھ تبادلہ خیالات ہوا۔ اس کے بعد چار آدمی میرے ساتھ بیعت کے واسطے قادیان آنے کو تیار ہوگئے۔ بابومحمد رشید، مولوی محبوب عالم اور مستری علم دین، چوتھے کا مجھے نام یادنہیں۔ مَیں نے ان چاروں شخصوں کوقادیان لاکر بیعت کروادی۔

ایک اور عجیب واقعہ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب آیا تو کھڑکی کے راستے حضور جب مسجد میں تشریف لائے تو لوگ استقبال کے واسطے اٹھے۔ تو ایک پٹھان تھا جو دردنقرس سے بیمار تھا اور دوسوٹوں سے چلتا تھا۔ اس کے کھڑا ہونے میں کچھ دیر ہوگئی تو حضور جب باہر نکلے تو حضور کا پاؤں اس کے پاؤں پر آیا۔ تو اس طرف کی اس کی تمام دردیں اچھی ہوگئیں۔ کچھ دیر کے بعد جب حضور اندر جانے لگے تو اس نے کہا کہ حضور اِس پاؤں پر بھی پاؤں رکھ دیں تو حضور اس کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر چلے گئے۔ بعد میں اس نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں آپ سے قریباً چھ ماہ ہوگئے علاج کروا رہا ہوں کچھ اچھی طرح سے آرام نہیں آیا تھا۔ آج یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب حضور براستہ کھڑکی مسجد میں تشریف لائے تو میرے پاؤں پر پاؤں آ گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس طرف کی تمام دردیں دور ہوگئی ہیں۔ خلیفہ اولؓ نے جواباً فرمایا کہ بھائی وہ تو خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ مَیں تو معمولی حکیم ہوں۔ مَیں نے دوا دارو ہی دینا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو کوئی کسی ضروری حاجت کے واسطے اندر تشریف لے گئے تو پاس ہی حضور کی صدری پڑی تھی۔ اس کو اپنے کندھے پر رکھ لیا تو اندر چلے گئے۔ دوتین منٹ کے بعد پھر واپس آ گئے تو صدری لاکر پھر وہاں رکھ دی۔ تو سید فضل شاہ صاحب کہتے ہیں کہ حضور یہاں تو کوئی اوپرا آدمی نہ بیٹھا ہوا تھا۔ حضور دومنٹ کے واسطے اندر گئے ہیں اور پھر واپس آ گئے ہیں تو حضور نے صدری اپنے کندھے پر رکھ لی۔ حضور نے فرمایا کہ کسی کو گناہ کرنے کا موقعہ نہیں دینا چاہئے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5صفحہ97تا 103)

تو یہ ان لوگوں سے تو خدشہ نہیں تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک تربیت کا انداز تھا کہ بجائے اس کے کہ کسی کو موقع دو یا شکوک میں مبتلا ہو اگر کوئی چیز تمہاری ہے تو ساتھ ہی اٹھا لو۔

روایات کافی ہیں، وقت کم ہو رہا ہے۔ آخر میں صرف ایک دو اَور بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جو سرساوا ضلع سہارنپور کے تھے۔ 1894ء میں انہوں نے بیعت کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس زمانہ کے مولویوں اور

صوفیوں پر بھی افسوس کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حق سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو راستی سے ہٹانے میں پہلوں سے بھی زیادہ زور لگایا تا اللہ تعالیٰ کے بندے راستی کو قبول نہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہ تسلی نہ دیتا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پھیلاؤں گا اور تجھے نامراد نہیں ہونے دوں گا۔ تو یہ جو مولویوں کی بک بک ہے پتہ نہیں کیا تکلیف دیتی؟ فرمایا کہ اگر یہ لوگ میری آہ وبکاہ کو سن لیں کہ مَیں کس طرح ان لوگوں کی بہتری اور ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور روتا ہوں کہ اے میرے مالک، میرے محسن تو آپ ان پر رحم فرما اور ان کے دلدّروں کو دور کر دے اور ان کو صراط مستقیم پر چلا اور ان کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچالے۔ مَیں بار بار الٰہی آستانہ پر ان کے لئے گرتا ہوں کہ الٰہی یہ بے خبر ہیں کہ میں ان کے لئے تیرے سے کیا کیا مانگتا ہوں ۔اللہ اللہ جب حضور نے یہ الفاظ منہ سے فرمائے تو ہم تصویر ہی بنے ہوئے تھے کہ یہ پاک وجود اللہ تعالیٰ کے بندوں کا ایسا خیر خواہ ہے؟ یہ بالکل صحیح ہے اللہ تعالیٰ جن پاک وجودوں کو اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے وہ اس کے بندوں کے لئے دردمند اور سچے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ اس کے بندوں کے لئے اس قدر بے تاب ہوتے ہیں کہ ماں باپ بھی ایسے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ لکھتے ہیں کہ کیونکہ مَیں نے آپ کے کرب کی آوازیں سنی ہوئی ہیں۔ (تو مجھے تو اندازہ ہے کہ کس طرح بے تابی ہوتی تھی)۔ (رجسٹر روایات صحابہ جلد 6صفحہ 97-98)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن شیخ مسیتا صاحب سکنہ سرساوا ضلع سہارن پور کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دوستوں میں اپنی قوت قدسیہ سے یہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز یقین کرتے تھے اور کسی سے ڈر کر جھوٹ جیسی نجاست کو اختیار نہیں کرتے تھے اور حق کہنے سے رکتے نہیں تھے اور اخلاق رذیلہ سے بچتے تھے اور اخلاق فاضلہ کے ایسے خوگر ہو گئے تھے کہ وہ ہر وقت اپنے خدا پر ناز کرتے تھے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ یہ یقین ہی تھا کہ آپ کے دوستوں کے دشمن ذلیل وخوار ہو جاتے تھے اور آپ کے دوست ہر وقت خدا تعالیٰ کے شکر گزار ہی رہتے تھے اور خدائے تعالیٰ کی معیت ان کے ساتھ ہی رہتی تھی اور آپ کے دوستوں میں غنا تھا اور خدائے تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھتے تھے اور حق کہنے سے نہ رکتے تھے اور کسی کا خوف نہ کرتے تھے۔ اعمال صالحہ کا یہ حال تھا کہ ان کے دل محبت الٰہی سے ابلتے رہتے تھے اور جو بھی کام کرتے تھے خالص للّٰہی سے ہی کرتے تھے۔ ریا جیسی ناپاکی سے متنفر رہتے تھے کیونکہ ریاکاری کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خطرناک بد اخلاقی فرمایا کرتے تھے کہ اس میں انسان منافق بن جاتا ہے ۔مَیں نے اپنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھوں کے پردے کبھی اوپر اٹھے ہوئے نہیں

دیکھے تھے۔ ہمیشہ آپ کی آنکھوں کے پردے آپ کی آنکھوں کو ڈھکے ہی رکھتے تھے۔اتنی حیا آپ کی آنکھوں میں تھی ۔مگر جب کبھی اللہ تعالیٰ کے کسی دشمن کا ذکر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپ کرتے تو آپ کی آنکھوں کے پردے بالکل اوپر اٹھ جاتے تھے ورنہ آپ کی آنکھوں کو پردے چھپائے ہی رکھتے تھے۔اتنی حیادار تھیں آپ کی آنکھیں۔ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو اتنی محبت تھی کہ جب کبھی آپ آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر فرماتے تو آپ فرماتے اگر یہ پاک رسول دنیا میں نہ آتا تو دنیا میں ہدایت ہی باقی نہ رہتی، گمراہی گمراہی ہوتی ۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنی جماعت کو اخلاق رذیلہ سے بچنے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کے مظہر بنو اور اخلاق فاضلہ اختیار کرو تا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے۔فرماتے ہم نے تو اپنے خدا کو ماں سے زیادہ محبت کرنے والا دیکھا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق ہی ایسے تھے کہ جس نے غور سے آپ کے اخلاق کو دیکھا وہی سرخم تسلیم ہوجاتا تھا اور آپ کی محبت میں چُور ہوجاتا تھا اور آپ کی جدائی کو پسند ہی نہ کرتا تھا اور دھونی رما کر آپ کے ہی قدموں میں گرجاتا تھا اور گیند کی طرح ٹھوکریں کھا کر بھی آپ کی جدائی کو پسند نہ کرتا تھا۔یہ تھے میرے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق حسنہ۔کہتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بدظنی سے بچنے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے بدظنی کرنے والا کبھی بھی نورِ ایمان سے منور نہیں ہوسکتا کیونکہ بدظنی خطرناک بداخلاقی ہے۔یہ خدا تعالیٰ سے بھی ناامید کردیتی ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے بدظنی سے بہت بچے۔بدظنی کرنے والا خدا کی پاک جماعت میں شامل نہیں رہ سکتا۔یہی الٰہی سلسلہ کی پہچان ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بار بار اپنی جماعت کو یہی نصیحت فرمائی ہے کہ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم ہی کو معرفت الٰہی کا ذریعہ یقین کریں اور اس کے بتائے ہوئے ہی اعمالِ صالحہ ہوسکتے ہیں۔کیونکہ قرآن کریم نے انہی اعمال کا ذکر کیا ہے جو کہ انسان کو دنیا کی اور آخرت کی بھلائی تک پہنچاتے ہیں۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں یہی وہ آخری کتاب ہے جس کی برکات کا ذکر تمام دنیا کے راستبازوں کی زبان نے تصدیق فرمائی تھی۔پس ہماری جماعت اس پاک کتاب کو اپنا دستور العمل بنائے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 6 صفحہ 66تا 68)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے بھی درجات بلند فرمائے جو یہ واقعات اور حالات ہم تک پہنچا کر ہمارے ایمانوں کو مزید بڑھانے کا باعث بنے۔اور ہمیں بھی توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مشن کو جو

اسلام کے احیائے نو کا مشن ہے آگے بڑھانے کے لئے، ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ اپنی حالتوں کو حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ یہی توقع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہم سے کی ہے اور جو نمونے صحابہ نے ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں۔